کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم خسارہ پانے والوں میں ہوتے۔

﴿الْخَاسِرِيْنَ﴾ خاسر ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے برے اعمال کی وجہ سے دنیاوی اور اخروی فائدوں اور کامیابیوں کو کھو بیٹھتا ہے، جسے اہل ایمان حاصل کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے کفار ہیں۔ نہ انہوں نے دنیا سے فائدہ لیا، نہ وہ آخرت میں کامیاب ہوئے۔ ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝﴾ [الحج ١١] اللہ کی پناہ! [انظر: القرطبيؒ، الطبريؒ، البغويؒ، ابن كثيرؒ، الشوكانيؒ]

دونوں آیتوں سے مستنبط فوائد:

فائدہ نمبر 1: قولہ تعالیٰ ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ......﴾ سے ثابت ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنی اسرائیل سے بڑی سختی اور تاکید کے ساتھ پختہ وعدہ لیا تھا۔ اس کی انہیں یاد دہانی کرائی جارہی ہے۔ اس تذکیر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے عہد اور میثاق کی پاسداری اور پابندی کریں۔ [ابن العثيمينؒ]

اور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں موجود بنی اسرائیل کو یاد دہانی کرانے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے آباء واجداد سے لیے ہوئے میثاق کی پاسداری کرتے ہوئے نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لائیں۔

فائدہ نمبر 2: زیر تفسیر آیتوں سے بنی اسرائیل کی سرکشی اور انتہائی نافرمانی ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے صحیح طرح ایمان قبول نہیں کیا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر کوہِ طور لا کر کھڑا کر دیا، تو اس وقت انہوں نے ایمان کو دل سے قبول کرنے کا وعدہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کر لیا۔ ان پر لازم تھا کہ اپنے اس عہد پر قائم رہتے ہوئے استقامت کا راستہ اختیار کرتے؛ لیکن اس عظیم اور ہولناک واقعے کے بعد بھی انہوں نے عہد شکنی اور روگردانی کا راستہ اختیار کیا۔ ﴿ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ اسی لیے وہ انتہائی ملامت زدہ قوم قرار پائی۔ [ابن العثيمينؒ]

فائدہ نمبر 3: ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾، ﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ﴾ طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے اوپر سائبان کی طرح کھڑا کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت اور عظیم قوت وطاقت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس انتہائی ثقیل پہاڑ کو اٹھانا پھر ان کے اوپر لا کر تھام رکھنا کسی مخلوق کے بس کی بات نہیں۔ [ابن العثيمينؒ]

درس حدیث شریف

اہل ایمان کا اتحاد و اتفاق

ابو محمد عبد الوہاب خان

عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ **"ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد: إذا اشتكى عضوا تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى"** [صحيح البخاري كتاب الأدب باب رحمة الناس والبهائم ح:٦٠١١، صحيح مسلم كتاب البر والصلة ح:٢٥٨٦، مسند أحمد ح:١٨٣٥٥ نحوه]

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"آپ اہل ایمان کو دیکھتے ہیں کہ ایک دوسرے پر رحم کرنے، ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے سے ہمدردی کرنے میں ایک ہی جسم کی مانند ہیں؛ جب ایک عضو دکھتا ہے، تو سارا جسم بے خوابی اور بخار کے ذریعے اس کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے۔"**

راوی: حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بن بشیر رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ خزرجی انصاری ربیع الآخر ۲ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپ مدینہ میں ہجرت نبویہ کے بعد پہلا انصاری نومولود تھا۔ (پہلا مہاجر نومولود عبداللہ رضی اللہ عنہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ تھا۔) آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ والد صاحب رضی اللہ عنہ نے غالباً آپ کی ذہانت و فطانت سے متأثر ہو کر ایک غلام دینا چاہا، تو رسول اللہ ﷺ نے اولاد میں مساوات کا حکم دے کر واپس کرایا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین عائشہؓ اور خالد بن عبداللہ بن رواحہ وغیرہ سے علوم نبوت روایت کیں۔ امام ذہبیؒ نے آپ کی مسند احادیث کی تعداد 114 بیان کی ہے، جن میں سے 5 متفق علیہ ہیں۔ نیز ایک حدیث صحیح بخاری میں اور 4 صحیح مسلم میں ہیں۔ آپ سے علوم نبوت روایت کرنے والوں میں آپ کا بیٹا محمدؒ، امام عامر شعبیؒ، حمید بن عبد الرحمٰنؒ، ابوسلام ممطورؒ، سماک بن حربؒ، سالم بن ابی الجعدؒ، ابوقلابہؒ، ابواسحاق سبیعیؒ اور آپ کے آزاد کردہ حبیب بن سالمؒ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ بڑے معزز اور سخاوت شعار تھے۔ سماک بن حربؒ کہتے ہیں: میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی خطیب نہیں دیکھا۔ آپ شاعر بھی تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں سات ماہ کوفہ کے گورنر رہے، پھر دمشق میں قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔ اس کے بعد حمص کے گورنر بن گئے، جس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی قائم رہے۔ ۶۴ھ میں آپ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی حمایت کرتے ہوئے حمص سے بھاگ نکلے، تو حمص والوں نے پیچھا کر کے شہید کر دیا۔

[معجم الصحابة لابن قانع :١١١٨، الاستيعاب في معرفة الأصحاب:٢٦١٤، سير أعلام النبلاء: ٦٦، الإصابة في معرفة الصحابة : ٨٧٤٩]

تشریح: تَرَاحُم ، تَوَادّ ، تَعَاطُف تینوں باب تفاعل کے مصادر ہیں، اس باب کی اہم خصوصیت فاعلیت ومفعولیت میں شراکت ہے۔ یعنی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اس عمل میں شریک ہوتے ہیں۔ جیسے اردو میں محاورہ ہے کہ "تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔" پس ہر مسلمان اپنا فرض پورا کر کے اپنا حق وصول کرتا ہے۔

تَرَاحُم : ایک دوسرے کے ساتھ رحمت کا برتاؤ کرنا۔

تَوَادّ : باہم خیرسگالی اور دلی محبت رکھنا۔

تَعَاطُف : آپس میں ہمدردی اور تعاون کرنا۔

ان صفات کی جامع مثال ایک انسانی جسم سے واضح فرمائی گئی ہے۔ زندہ جسم میں مکمل اعصابی نظام ہوتا ہے، جہاں کہیں کوئی ادنیٰ سی تکلیف پیدا ہو جائے تو اعصاب دماغ تک اس کی فوری خبر پہنچاتے ہیں۔ دماغ اعصاب کے ذریعے جسم کو اس تکلیف کے ازالے کا حکم دیتا ہے۔ اور جسم اس کی اطاعت میں بے دریغ اپنا ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ اگر وہ اس کا ازالہ نہ کر سکے، تو سارا جسم اس مصیبت کو محسوس کر کے بے چین اور پریشان ہو جاتا ہے۔

ان صفات عالیہ کا ایک اجتماعی منظر عالم انسانیت نے ہجرت مدینہ کے بعد منعقد ہونے والے "مؤاخات" میں دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيْمٰنَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [الحشر ۹] "اور وہ لوگ جنہوں نے ان مہاجرین سے پہلے مدینہ میں گھر بسائے اور ایمان بھی قبول کیا، اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں، اور انہیں (مالِ غنیمت میں سے) جو کچھ دیا جائے اس پر اپنے دلوں میں کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے، اور اپنے آپ پر

انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں تنگی کیوں نہ ہو، اور جو کوئی اپنے دل میں بخل اور لالچ سے بچا لیا جائے تو وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان یہ ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ [آل عمران ١٦٤] "یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسانِ عظیم فرمایا ہے کہ ان کے ہاں انہی میں سے ایک رسول ﷺ مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور انہیں کتابِ الٰہی اور حکمتِ نبویہ کی تعلیم دیتا ہے؛ اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے یقیناً صریح گمراہی میں سرگرداں تھے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرائض منصبی زبردست انداز میں اور مشیت الٰہی کے عین مطابق انجام دیے۔ کسی انجان کو رسالت مآب ﷺ کی اس ایمانی مٹھاس بھری "تلاوت"، اسوۂ حسنہ سے مزین "تزکیہ" اور قلب وذہن کی اتھاہ گہرائی سے صادر ہونے والے "تعلیم" کی قدر و قیمت کا احساس نہ ہو تو اسے نتائج وآثار کا موازنہ کرنے کے لیے زمانہ جاہلیت میں عرب کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہوگی۔

آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر اہل ایمان کو باہمی محبت ومودّت، ہمدردی وخیر سگالی اور خیر خواہی وتعاون کی تلقین فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب واذہان کا تزکیہ فرمایا، جو کہ بعثت نبوی کے بنیادی مقاصد میں شامل تھا۔

زیر درس حدیث شریف کی طرح علم حدیث کے مقدس ذخائر میں متعدد احادیث شریفہ اہل ایمان کو آپس میں محبت وہمدردی، باہمی تعاون اور خیر خواہی کی رغبت دلا رہی ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ ہی کی حدیث میں ہے: "الْمُسْلِمُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِذَا اشْتَكَىٰ عَيْنُهُ اشْتَكَىٰ كُلُّهُ، وَإِنِ اشْتَكَىٰ رَأْسُهُ اشْتَكَىٰ كُلُّهُ" [صحيح مسلم ح:٦٧، مسند أحمد ح:١٨٣٩٣] "سارے مسلمان ایک ہی آدمی کے جسم کی مانند ہیں، جب اس کی آنکھ دکھتی ہے، تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔ جب اس کا سر دکھتا ہے، تو پورا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔" صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا" وشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ" [البخاري ح:٤٨١، ٢٤٤٦، مسلم ح:٦٥ (٢٥٨٥)] "مؤمن کی مثال دوسرے مؤمن کے لیے (باہمی تعاون اور ہمدردی کے لحاظ سے) ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ

دوسرے حصے کو تقویت دیتا ہے۔'' یہ فرماتے ہوئے رسالت مآب ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ضم کر کے جاں نثار صحابہ کرام ﷢ کو دکھایا۔'' مسند امام احمدؒ میں حضرت سہل بن سعد ﷛ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إِنَّ الْمُؤْمِنَ مِنْ أَهْلِ الإِيمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ، يَأْلَمُ الْمُؤْمِنُ لأَهْلِ الإِيمَانِ كَمَا يَأْلَمُ الْجَسَدُ لِمَا فِي الرَّأْسِ'' [ح:٢٢٨٧٧ وقال الأرنؤط: صحيحٌ لغيره]

''مؤمنوں میں سے ایک ایک مؤمن کی مثال جسم میں سر کی طرح ہے۔ ایک مؤمن دوسرے اہل ایمان کی وجہ سے ذاتی طور پر تکلیف محسوس کرتا ہے جس طرح سر میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔''

ان مبارک فرامین الٰہیہ اور تعلیمات نبویہ نے تیئس سال کے مختصر عرصے میں ایک ایسا زبردست انقلاب برپا کیا، جس کی مثال پیش کرنے سے انسانی تاریخ آج تک عاجز و بے بس ہے۔ اللہ رب العزت اس انقلابی اتحاد کی ایک جھلک یوں پیش فرماتا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝﴾ [آل عمران ١٠٣] ''اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقہ بندی مت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کو یاد رکھو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اسی نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا جس کی برکت سے تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔ جبکہ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، تو اس ذات عالی نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات واضح فرماتا ہے، تاکہ تم ہدایت کی نعمت سے فیض یاب ہوں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نازل کردہ دین کو ایک ''مضبوط رسی'' سے تعبیر کرتے ہوئے اہل اسلام کو اسے بڑی پختگی سے تھامے رکھنے کا حکم فرماتا ہے۔ اس کو پکڑنے میں ڈھیلا پن اختیار کرنے سے ''فرقہ بندی'' کا شدید خطرہ دکھلاتے ہوئے اس سے منع فرماتا ہے۔ پھر اس ''ہدایت'' کی برکت سے حاصل ہونے والے زبردست فائدے ''اتحاد و اتفاق'' کو اپنی طرف سے ''بہت بڑا انعام'' قرار دیتا ہے، جس کی بدولت عمر بھر دشمنوں کی سازشوں کے شکار ہو کر ''خونخوار درندوں'' کی طرح برسرپیکار رہنے والے عرب قبائل **اوس** اور **خزرج** ایمانی برادری کے رشتے میں جڑ گئے۔ عقیدہ توحید و سنت کو حرز جان بنانے کے بعد تمام سابقہ دشمنیوں کو طاق نسیان میں دفن کر کے سگے

بھائیوں کی طرح ایک دوسرے سے پرخلوص محبت، ہمدردی اور خیر خواہی کرنے والے ''انسان'' بن گئے۔

اب اللہ تعالیٰ اس عظیم نعمت کی قدر دانی اور پاسداری کرانے کے لیے زمانہ جاہلیت کی نااتفاقی کا انجام اس طرح بیان فرماتا ہے کہ تم لوگ تعلیم وتزکیہ نبوی سے محرومی کے زمانے میں ایک دوسرے کے ساتھ بدخواہی، معاشرے میں پھیلی ہوئی نااتفاقی اور دلوں میں موجزن بغض وعداوت کے ذریعے آتش دوزخ کا ایندھن بننے کے لیے بالکل تیار تھے۔صرف گڑھے کے کنارے سے اندر گرنے کی دیر تھی۔ واقعی یہ دنیا امتحان گاہ ہے، یہاں کے سارے اعمال کا بدلہ نقد نظر نہیں آتا۔ پیاری جان کے قفس عنصری سے پرواز کرتے ہی اس امتحان کا نتیجہ ظاہر ہونے لگتا ہے۔کفر وشرک کے گناہ پر مستزاد آپس کی جنگ وجدال اور قتل وخون ریزی کا وبال بھی تمہارا ستیاناس کرنے کو بالکل تیار تھا۔

اتنے میں آپ لوگوں کی قسمت جاگ اٹھی، رحمت الٰہی نے اپنی آغوش میں پناہ عطا کی۔آپ لوگوں نے مکہ مکرمہ سے معلم انسانیت کو بلا کر لایا اور اس کی پاکیزہ تعلیمات سے قلوب واذہان کو روشن کیا، اس کی تربیت سے سیرت وکردار کو جلا بخشی اور اس کی تلاوت سے ہدایت پاکر صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اپنی آیات مبارکہ پڑھاتا، سمجھاتا اور اس کے برکات وثمرات دکھلاتا ہے، تاکہ آپ عقیدہ توحید وسنت کی ہدایت پر قائم ودائم رہتے ہوئے اس نعمت کے شکر گزار رہیں۔اور ہر دم اس نعمت میں اضافے اور پختگی کے متلاشی رہتے ہوئے رحمت الٰہیہ کے مستحق بن جائیں۔

یقیناً ''توحید وسنت'' ہی میں وہ مبارک تأثیر ہے، جو منتشر اور متفرق اقوام کو متحد ومنظم کرسکتی ہے۔ورنہ اوس اور خزرج دونوں کفر وشرک میں بالکل متفق تھے، باطل عقیدہ سینکڑوں سالوں میں ان کے دلوں کی کدورتوں کو صاف نہ کرسکا۔ جبکہ حق عقیدے نے انہیں نہ صرف فوراً باہم شیر وشکر بنایا؛ بلکہ انہیں اس زبردست مؤمنانہ قوت اور برادرانہ نظم وضبط سے بھی مسلح کردیا، جس کے بل بوتے پر ان اہل ایمان نے زمانے بھر کے سپر پاورز کو للکارا، اور ان کافر حکمرانوں کو شکست فاش دے کر عوام الناس کو ان کے ظلم واستبداد سے نجات عطا کی۔

۹۲ھ میں دیبل کے ڈاکوؤں نے مسلمان قافلے کی کشتی لوٹ لی۔ایک خاتون نے بے ساختہ قریبی مسلمان گورنر کو آواز دی: ''واحجاج'' حجاج بن یوسف ثقفی تک بات پہنچی تو اس نے ''لبیک'' کہا اور راجہ داہر کو تنبیہی خط لکھا۔ اس نے لکھا کہ یہ ڈاکوؤں کی کارروائی ہے جن پر میرا بس نہیں چلتا۔حجاج نے سترہ سالہ غیور مجاہد محمد بن قاسمؒ کو فوج